حدیث(لا ہامۃ ولا صفر ولا نوء ولا غول)کا معنٰی

معنى حديث لا هامة ولا صفر ولا نوء ولا غول

« باللغة الأردية »

شیخ محمد صالح المنجد۔حفظہ اللہ۔

ترجمہ: اسلام سوال وجواب ویب سائٹ
تنسیق: اسلام ہاؤس ویب سائٹ

ترجمة: موقع الإسلام سؤال وجواب
تنسيق: موقع islamhouse

2014 – 1436

حدیث(لاھامۃ،ولاصفر،ولانوء،ولاغول) کا معنٰی

13930: حدیث(لاھامۃ،ولاصفر،ولانوء،ولاغول) کا معنٰی

سوال:

میں نے ایک عجیب وغریب حدیث پڑھی ہے جس میں ہامہ، صفر،نوءاور غول کی نفی کی گئ ہے،توان عبارتوں کا کیا معنٰی ہے؟

الحمدللہ :

ابن مفلح حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

مسند احمد اور صحیحین وغیرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ :

(نہ تو کوئی ہامہ ہے اور نہ صفر)۔ ''یعنی الو اور صفر کی نحوست کی کوئی اصل نہیں''۔

اور مسلم وغیرہ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں (اور نہ ہی نوء اور غول) ''نہ ہی ستارے کی کوئی اصل ہے اور نہ غول (بھوت) کی کوئی حقیقت ہے''۔

(الھامۃ)الھام کا مفرد ہے، اہل جاھلیت یہ کہتے تھے کہ جو کوئی مر جاتا ہے اور اسے دفن کردیا جاتا ہے تو اس کی قبر سے ایک ہامہ (ایک کیڑہ یا رات کا ایک پرندہ اُلو) نکلتا ہے، اور عرب کا یہ گمان تھا کہ میت کی ھڈیاں ہامہ (اُلو یا پرندہ) بن کر اُڑتی رہتی ہیں، نیز وہ یہ بھی کہتے تھے کہ: مقتول اپنی کھوپڑی سے الو کی شکل میں نکل کر یہ کہتا رہتا ہے کہ مجھے پلاؤ مجھے پلاؤ حتٰی کہ اس کا انتقام لے لیا جاتا ہے اور قاتل کو قتل کردیا جاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''صفر کچھ بھی نہیں ہے'' کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ: اہل جاہلیت صفر کے مہینہ کی آمد کو منحوس سمجھتے تھے چنانچہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لا صفر) یعنی صفر کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ: عرب یہ خیال کرتے تھے کہ پیٹ میں ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے جو جماع کے وقت اذیت دیتا ہے اور یہ متعدّی ہوتا ہے تو شارع نے اسے باطل قرار دیا۔

اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ: اہل جاہلیت صفر کے مہینے کو ایک سال حلال سمجھتے تھے اور دوسرے سال حرام قرار دیدیتے تھے۔

اور نوء: (ستارہ، نچھتر) انواء کی واحد ہے، اور یہ چاند کی اٹھارہ منزلیں ہیں، اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ﴾ [سورة يس: ٣٩]

"اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں، یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے"۔

اور ہر تیرہ (١٣) رات میں طلوع فجر کے ساتھ ایک ستارہ (نچھتر) مغرب میں ڈوبتا ہے، اور اس کے مقابلے میں اسی وقت ایک دوسرا ستارہ (نچھتر) مشرق میں نکلتا ہے، اور سال کے ختم ہونے کے ساتھ ان اٹھائیس ستاروں (نچھتروں) کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ عرب کے لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ ایک ستارے (نچھتر) کے ڈوبنے اور دوسرے کے نکلنے کے ساتھ بارش ہوتی ہے، اسی لئے بارش کو اسی سے منسوب کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ فلاں نچھتر (ستارہ) کی وجہ سے ہم پر بارش نازل ہوئی ہے۔ اور اس کا نام (نوء) اس لئے رکھا گیا ہے کہ جب ایک ستارہ مغرب میں ڈوبتا ہے تو اسی وقت دوسرا ستارہ مشرق میں ظاہر ہوتا ہے، اور ناء ینوء نوءاً کا مطلب ہوتا ہے: نمودار ہونا، نکلنا، اٹھنا۔

اور ایک قول کے مطابق (نوء) کا مطلب ڈوبنے کے ہیں، اور اس طرح وہ ایسے لفظوں میں سے ہے جو اضداد کہلاتے ہیں (عربی زبان میں اضداد اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے دو مطلب ہوں اور دونوں ایک دوسرے کے ضد ہوں، جیسا کہ نکلنا اور ڈوبنا)۔

اور جو آدمی بارش کو اللہ تعالیٰ کے فعل سے سمجھے اور اپنے قول: ہم پر فلاں نچھتر سے بارش ہوئی ہے کا مطلب یہ لے کہ فلاں نچھتر میں بارش ہوئی ہے: یعنی اللہ تعالیٰ نے اس وقت میں بارش ہونے کی عادت رکھی ہے، تو اس لفظ کے حرام یا مکروہ ہونے میں ہمارے یہاں اختلاف ہے۔

الغول: غیلان کا واحد ہے، اور یہ جنوں اور شیطانوں کی جنس سے ہے، عرب کے لوگوں کا یہ گمان تھا کہ چٹیل میدان میں بھوت لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتا ہے، اور مختلف شکل وصورت بدلتا ہے اور انہیں راستے سے بھٹکا کر تباہ کر دیتا ہے، تو شریعت نے اس کی نفی کی، اور اسے باطل قرار دیا، ایک قول تو یہ ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: اس میں بھوت اور اس کے وجود کی نفی نہیں کی گئ ہے، بلکہ اس میں اس عقیدے کی نفی ہے جو عرب رکھتے تھے کہ بھوت مختلف شکلوں میں آکر انہیں گمراہ کر دیتا ہے، تو اس بنیاد پر (غول نہیں ہے) کا معنی یہ ہوگا کہ وہ کسی کو گمراہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، اور اس معنٰی کی

شاهد دوسری حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ (لا غول ولكن السعالى)، " غول (بھوت) کا کوئی اثر نہیں ہے بلکہ سعالی (چھلاوہ) ہے "، اور " سعالی " سے مراد جنوں کے جادوگر ہیں جنہیں تخیل اور تلبیس میں ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ بھوت کا کوئی اثر نہیں ہے لیکن جنوں میں جادوگر ہوتے ہیں جو لوگوں پر ان کے معاملات کو مشتبہ کر دیتے ہیں اور انہیں مختلف خیالات دلاتے ہیں۔

اور خلال نے طاوس سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی ان کے ساتھ جا رہا تھا تو ایک کوّے نے چلایا تو اس آدمی نے کہا: خیر، خیر (اچھا ہو، بھلا ہو،) تو طاوس نے اس سے کہا: اس (کوّے) کے پاس کون سی بھلائی ہے، اور کون سی بُرائی ہے؟ تم میرا ساتھ چھوڑ دو۔ الآداب الشرعية (3 / 369 - 370) ۔

اور ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ :

بعض لوگ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول : "بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لایا جائے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "کوئی بیماری بذات خود متعدی نہیں ہے" کے ذریعہ منسوخ ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ انہی چیزوں میں سے ہے جس کا ابھی ذکر ہوا ہے کہ جس سے روکا گیا ہے وہ ایسی قسم ہے جس کی اجازت نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان: "کوئی بیماری بذات خود متعدی نہیں ہے اور ماہ صفر منحوس نہیں ہے"۔ کے ذریعہ جس چیز کی نفی کی ہے وہ مشرکوں کے اس عقیدہ کی نفی ہے کہ وہ اسے اپنے شرک کے قیاس اور اپنے کفر کے قاعدہ پر ثابت ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان "بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے" کے ذریعہ جس چیز کی نفی کی ہے اس کی دو تفسیریں ہیں:

(پہلی): اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں آدمی کا نفس اس طرح کی چیزوں میں سے جسے اللہ تعالیٰ مقدّر کرتا ہے اس متعدی اور چھوت سے متعلق نہ کردے، اور اس میں اس آدمی کو تشویش میں ڈالنا ہے جو بیمار کو تندرست کے پاس لے

جاتا ہے اور اسے اس بات سے دوچار کرنا ہے کہ وہ متعدی اور چھوت میں یقین کر بیٹھے، اس طرح دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض اور اختلاف نہیں ہے۔

(دوسری): اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے پاس لانا اس بات کا سبب بن سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس میں مرض پیدا کردے، اسی لئے اس کا لانا (بیماری) کا سبب ہے، اور کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تاثیر کو ایسے اسباب کے ذریعے پھیر دیتا ہے جو اس کی مخالفت کرتے ہیں، یا اسباب کی طاقت اسے روک دیتی ہے، اور یہ خالص توحید ہے، بخلاف اس اعتقاد کے جس پر مشرک لوگ قائم تھے۔

اور یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قیامت کے دن اپنے اس فرمان کے ذریعہ سفارشی کی نفی کردی ہے: ﴿لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ﴾

"جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی اور شفاعت"۔(البقرہ:۲۵۴)

یہ آیت ان متواتر حدیثوں کی مخالفت نہیں کرتی ہے جو واضح طور سے شفاعت کے ثابت ہونے پر حجّت ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف اس سفارش کی نفی فرمائی ہے جسے مشرکین ثابت کرتے تھے،اور وہ ایسی سفارش ہے جس میں سفارش کرنے والا اُس آدمی کی اجازت کے بغیر سفارش کرتا ہے جس کے پاس سفارش کی جاتی ہے، چنانچہ اللہ اور اس کے پیغمبر نے جس سفارش کو ثابت کیا ہے وہ اللہ کی اجازت کے بعد ہو گی، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

{ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ }

"کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے"۔(البقرہ:۲۵۵)۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: { وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ }

"وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو "۔ (الانبیاء:۲۸)

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے : { وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ } .

"اوراس کے پاس سفارش نفع نہیں دے گی مگر جسے اس کی اجازت دی جائے "۔ (سورہ سبا:۲۳)

(حاشیہ تھذیب سنن ابی داود :۱۰؍۲۸۹۔۲۹۱)۔

اور اللہ تعالیٰ ہی صحیح راہ کی توفیق دینے والا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم.

اسلام سوال وجواب

شیخ صالح المنجد